IMPACT FACTOR
5.473 (SJIF)

UPA NATIONAL E-JOURNAL
Interdisciplinary Peer-Reviewed Indexed Journal

ISSIN
2455-4375

نظم ''صفر'' انکشاف ذات کی منزل

(شاعر: مصحف اقبال توصیفی)

ارشد حسین
ریسرچ اسکالر۔ عالیہ یونیورسٹی
Mob-7439160513

میں ایک نقطہ ہوں
ایک ستارہ
جو تیری پلکوں کے آسماں پر
نہ جانے کب سے لرز رہا ہوں
میں ایک قطرہ
سمندروں کی بکھرتی موجوں کی ڈور میں
جانے کتنے موتی پرو گیا ہوں
میں ایک ذرہ
مگر یہ دھرتی یہ چاند تارے
میں جن کا محور بنا ہوا ہوں
جو میری سمتوں میں بٹ گئے ہیں
میں ایک نقطہ۔ اگر میں پھیلوں
تو دشت امکاں کی وسعتیں تک محیط کرلوں
یہ سب زماں ومکاں کی دولت
میں اپنی مٹھی میں بند کرلوں

انسانی وجود کی اہمیت، احساس ذات اور ذات کی تلاش ایک آفاقی مسئلہ ہے جو انسان کی تمدنی تاریخ کے تقریباً ہر دور میں انسان کی فکر کا ایک نا قابل فراموش حصہ رہا ہے اور مختلف ادوار میں مختلف زبان کے ادب کے تخلیق کاروں نے تلاش ذات کی راہ میں چل کر انکشافِ ذات کی کوشش کی ہے۔ تلاش ذات کے اس سفر میں بعض محض اضطراب کی حالت میں اپنے ہی ذات کے آئینہ خانے میں بھٹکتے رہے۔ بعض وقت میں بہت پیچھے کی طرف نکل پڑے۔ بعض نے کائنات کے مظاہر اور کائنات کی وسعت میں اپنے ذات کا موازنہ اس وسیع کائنات سے کیا۔

دراصل انسان بذات خود ایک معمہ ہے جس کا وجود ہر لمحہ حادثات و اتفاقات سے دوچار رہتا ہے۔ وہ ہمیشہ خود سے اور اپنے گرد پھیلی ہر دم رواں دواں متحرک کائنات سے برسر پیکار رہتا ہے۔ اس کی زندگی ایک مسلسل کشمکش و اضطراب اور پھر انقلاب سے گزرتی ہے۔ اس کے ساتھ رونما ہونے والے ہزار واقعات و حادثات اور مختلف النوع مسائل کبھی شخصی ہوتے ہیں اور کبھی غیر شخصی، کبھی سیاسی، سماجی، تعلیمی اور معاشی مسائل اسے گھیر لیتے ہیں اور کبھی

مذہبی، اخلاقی، منطقی اور مابعد الطبعیاتی نوعیت کے مسائل۔ یہ مسائل پریشان کن، پر اسرار گنجلک، مشکل لیکن انسانی زندگی کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے کر اس کا نقشہ، ردِ عمل اور میدانِ عمل بدل دینے والے ہوتے ہیں۔ یہ مسائل انسان کو اپنی حقیقت اور گہرائی میں جھانکنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ان مسائل سے نبرد آزما ہو کر اسے اس سوال کا جواب ملتا ہے کہ ''ہم کیا ہیں اور ہمیں کیا ہونا چاہیے؟ یہاں وہ خود آگاہی کی منزل کی طرف پہلا قدم بڑھاتا ہے۔ یہ خود آگہی اعلیٰ ترین انسانی خصوصیت ہے جو تمام مخلوقات میں انسان کے حصے میں آئی ہے اور یہی خود آگہی اس کے لئے اس وسیع تر کائنات اور لامحدود دائرہ وقت میں اپنے مقام کی شناخت اور تعین میں مددگار رہوتی ہے۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ انسانوں میں بھی یہ خود آگہی یا شعور ذات کا ادراک ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتا بلکہ صرف عظیم فنکار، تخلیق کار اور اولیا ہی اس منزل کو پہنچتے ہیں۔ ایک شاعر یا تخلیق کار ذات اور وجودیت کی گھتیوں کو سلجھانے کے لیے مختلف حالات سے دو چار ہوتا ہے اور پھر اس پر ذات کے اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں۔ انکشاف ذات کی منزل تک پہنچنے کے لیے ایک تخلیق کار جس ذہنی یا وجدانی کیفیت میں ہوتا ہے اسے Rollo May اپنی کتاب Man Insearch of Himself میں تخلیقی شعور ذات کا نام دیتا ہے۔ یہی دراصل عرفان ذات کی منزل ہوتی ہے۔ اس عرفان کے لئے کلاسیکی اصطلاح ''وجدان'' موجود ہے جس کے لفظی معنیٰ ''ذات کی زنجیروں کو توڑ کر باہر آنا ہے۔ یعنی وجدان یا تخلیقی شعور ذات کی منزل پر ایک شخص کسی چیز کا ایک اپنے پہلو سے تجربہ یا نظارہ کرتا ہے جو ایک انسان کے عام اور محدود نقطہ نظر سے مختلف اور وسیع تر ہوتا ہے۔ شعور کی جس سطح پر ذات کا عرفان اور ذات کے اسرار منکشف ہوتے ہیں وہ عارضی طور پر شعوری شخصیت کے حدود سے ماورا ہو جاتے ہیں۔ شعور کی اس سطح پر پہنچنا صرف اعلیٰ تخلیق کاروں کا کام ہے۔ عام شخصیت اس سے مستثنیٰ ہے۔

جیسا کہ میں نے شروع میں کہا ہے ذات کی تلاش ایک آفاقی مسئلہ ہے جو ہر دور اور ہر زبان کے ادب کے تخلیق کاروں کی فکر کا حصہ رہا ہے۔ ابھی میرے ذہن میں انگریزی شاعر Octavio Paz کی ایک بہترین نظم Brotherhood آ رہی ہے اس نظم کا متکلم ایک ایسا انسان ہے جو رات کے وقت کھلے آسمان کی طرف دیکھتا ہے جب آسمان اپنی مکمل پہنائیوں کے ساتھ اس کے سامنے ہے۔ اس وسیع و بیکراں کائنات کے سامنے اسے اپنا وجود بے معنی و مہمل لگتا ہے۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ میں اسے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ وہ بھی اس وسیع کائنات کا ایک حصہ ہے اور اس وسیع کائنات کا خالق بھی وہی ہے جس کا وہ خود مخلوق ہے پھر اسے اس بات کا بھی احساس ہوتا ہے کہ اس خالق کل کی کوئی بھی تخلیق غیر اہم نہیں ہے۔ غرض وہ اس تذبذب میں ہونے کے باوجود بھی کہ اس کی اہمیت سے وہ خود واقف نہیں ہے وہ یہ جانتا ہے کہ اس کی اہمیت ضرور ہے اور کہتا ہے:

Someone Spell me out

ذات انسانی کی اہمیت کو مختلف زبان کے فنکاروں نے اپنے اپنے طور پر Spell Out کرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو کے شعرا نے بھی ہر دور میں ذات کے اسرار و رموز کے الجھے گرہوں کو کھولنے کی کوشش کی ہیں۔ وہ غالب ہوں یا درد یا ذوق، ہمارے یہاں انسانی عظمت کا باقاعدہ اور باضابطہ تصور علامہ اقبال کے یہاں ملتا ہے۔ ایک شعر ملاحظہ کیجئے ؎

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

جدیدیت اور اس کے بعد کے شعرا نے تلاش ذات اور انکشاف ذات کے مسائل کو اپنی تخلیقات میں پیش کر کے اردو شاعری کو عالمی ادب کے معیار پر کھڑا کر دیا ہے۔ جدید شعرا میں ایک اہم نام مصحف اقبال توصیفی کا بھی ہے جن کا شمار عوام مقبول شاعروں میں نہ سہی لیکن خواص مقبول شاعروں میں ضرور ہوتا ہے۔ توصیفی کی شاعری نے تلاش ذات سے انکشاف ذات تک ایک طویل سفر طے کیا ہے اور اردو شاعری کو انھوں نے کئی بہترین نظمیں عطا کی ہیں۔ ان بہترین نظموں میں ایک اہم نام ''صفر'' کا بھی ہے اس نظم کا شاعر تخلیقی شعور کی ذات کی منزل تک پہنچ چکا ہے۔ ''صفر'' کا شمار جدید اردو شاعری کی نمائندہ نظموں میں ہونا چاہئے۔ اس نظم کا خالق تلاش ذات کے مختلف مراحل سے گزر کر انکشاف ذات کا ادراک حاصل کر چکا ہے اور ذات انسانی کی عظمت

کومعروضی نقطہ نظر سے Spell Out کیا ہے۔

نظم کا ''میں'' بلاشبہ خود نظم کا خالق ہے جو اپنی ذات کے توسط سے ذات انسانی کے اسرار کی گرہیں کھول رہا ہے۔اس نے اس راز کا شعور حاصل کرلیا ہے کہ اس کی ذات اس وسیع کائنات میں بے مایہ اور غیر اہم نہیں ہے اور اس وسیع وبیکراں کائنات کا ہی ایک نقطہ ہے۔ان ہزاروں لاکھوں ستاروں کی طرح جو آسمان پر چمکتے ہیں جو آسمان کی وسعت میں نہایت معمولی نقطہ معلوم ہوتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ستارہ خود ایک وسیع دنیا کی مانند ہے۔ ہماری شاعری میں وقت کے آگے بے بسی اور انسان کی بے وقعتی کا گہرا احساس بھی ملتا ہے۔صفر کا ''میں'' مایوسی و بے بسی کے مرحلے سے گزر چکا ہے۔اور اب اس نے آگے بڑھ کر اپنی ذات اور کائنات کے حوالے سے اس بات کا شعور حاصل کرلیا ہے کہ وہ اسی بے کراں ولامحدود بحرالوقت کا ایک قطرہ ہے جو وقت کے سمندر میں مل کر بذات خود سمندر کی وسعت حاصل کر چکا ہے۔(اس وقت سے جب سے یہ کائنات عالم وجود میں آئی ہے) وقت کے اس مسلسل بحر رواں میں انسان نے اپنے لاکھوں نقوش چھوڑے ہیں اور ہر دور عظیم انسانی ہستیوں کے کارناموں سے روشن رہا ہے۔وقت ان عظیم فلسفیوں، مفکروں اور روحانی رہنماؤں سے ہی یاد رکھا جاتا رہا ہے اور انھیں کے کارناموں کا مرہون منت ہے وقت ان کی شناخت نہیں بلکہ وہ وقت کی شناخت بن گئے ہیں۔

نظم کی قرات کرتے وقت بحیثیت ایک عام قاری مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاعر ایک خاموش، متین، سنجیدہ شخص ہے۔ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص اپنی ذات کے نہاں خانے میں گم تھا اور پھر اچانک ہی اس نے تخیل کے توسط سے آسمان کی طرف ایک جست لگا دیا ہے اور جب آنکھ کھولتا ہے تو چاروں طرف مکمل کائنات کی وسعت کا نظارہ کرتا ہے۔تبھی اسے اس سچ کا عرفان حاصل ہوتا ہے کہ وہ خود اس وسیع وبیکراں کائنات کا مرکز ہے جس کے گرد یہ کائنات، یہ چاند، تارے گردش کر رہے ہیں گویا یہ ساری روشنیاں اسی کے وجود سے چھٹکی ہیں۔وہ کائنات کا اول بنیادی نقطہ ہے جو پھیل کر مکمل کائنات کی تشکیل کرتا ہے۔

انسان نے واقعی کائنات کے سارے اسرار ورموز کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے۔ وہ کائنات کے سارے اسرار ورموز، حرکات وسکنات اور حادثات وحقائق کا رازداں ہے۔

نظم کی ایک اہم خصوصیت اس کی معروضیت ہے۔شاعر نے موجودات افلاک اور نظام افلاک کو علامت بنایا ہے۔یہ طبعی حقیقت ہے کہ ہر تارہ لاکھوں برسوں میں اپنی حالتیں مسلسل بدلتا رہتا ہے۔وہ ابتداً ایک نقطہ ہوتا ہے۔اور پھر گزرتے وقت کے ساتھ اپنی شکلیں بدلتا رہتا ہے، پھیلتا رہتا ہے اور پھر پھیلتا پھیلتا ایک مکمل زندہ تارہ بن جاتا ہے وہ کبھی Pulsar بنتا ہے اور کبھی Neutron Star غرض انسان اور ذات انسان بھی ایک ایسا نقطہ ہے جس کے کارناموں اور عظمتوں کا دائرہ بتدریج پھیلتا اور بڑھتا جارہا ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب یہ ایک نقطہ مکمل کائنات کے راز کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔

میں ایک نقطہ، اگر میں پھیلوں
تو دشت امکاں کی وسعتیں تک محیط کرلوں
یہ سب زماں ومکاں کی دولت
میں اپنی مٹھی میں بند کرلوں

اس طرح کی نظم تخلیقی شعور ذات کی منزل تک پہنچے بغیر تخلیق نہیں کی جا سکتی۔ یہ وجدانی کیفیت کی دین ہے۔شاعر نے خود کو کائنات کی وسعتوں میں کھو کر اس راز کا ادراک حاصل کیا ہے کہ وہ بھی اس کائنات لامحدود کا ایک ناگزیر حصہ ہے۔اسی وجدان کی کیفیت میں انسان کی اہمیت کو Spell Out کیا جاسکتا ہے۔

ارشد حسین
شعبۂ اردو

☆☆☆